Al-Qalam القلم

p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077

Volume:26, Issue:2, 2021, pp.83-93

اسلامی نظریہ علم کے بنیادی مباحث

Fundamental Discussions of Islamic Epistemology

Muhammad Tahir Jan
PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, Punjab University,
Lahore, Pakistan
Email: insan132@gmail.com

KEYWORDS

GOD, KNOWLEDGE, EPISTEMOLOGY, ISLAMIC SYSTEM, THEOLOGY, CREATION.

Date of Publication:
20-11-2021

ABSTRACT

From an Islamic point of view, since man is God's vicegerent in this world and to enable him to fulfill his responsibilities, God has endowed man with creative and imaginative abilities. It is obligatory for man to incorporate knowledge in the framework provided by Islam. Thus, all kinds of knowledge, be it natural sciences, social sciences or pure sciences, must be understood in terms of the purpose of establishing the Islamic system. The following is to discuss the background of epistemology, the various branches of theology, such as sources, types (manifest and derived), elements in Islam, principles (unity of God, unity of creation, and unity of ideas) and boundaries.

تمہید:

اسلامی نقطہ نظر سے چونکہ انسان اس دنیا میں خدا کا نائب ہے اور اسے اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے قابل بنانے کے لیے، خدا نے انسان کو تخلیقی اور تصوراتی علم کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اسلام کے فراہم کردہ فریم ورک میں علم کو ڈھالنا انسان پر لازم ہے۔ اس طرح ہر قسم کا علم چاہے وہ قدرتی سائنس ہو، سماجی سائنس ہو یا خالص سائنس، اسے اسلامی نظام کے قیام کے مقصد کے لحاظ سے سمجھا جانا چاہیے۔ ذیل میں علمِ معرفت کے پس منظر، علمِ الٰہی کے مختلف شعبوں جیسے ماخذ، اقسام (ظاہر اور اخذ کردہ)، اسلام میں عناصر، اصول (اللہ کی وحدت، تخلیق کی وحدت، اور خیالات کی وحدت) اور حدود پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔ Epistemology جس کا اردو ترجمہ علمیات یا نظریہ علم کیا جاتا ہے، یونانی لفظ episteme سے نکلا ہے۔ یہ علم کی نوعیت اور عقیدے کے جواز سے متعلق بحث کرتا ہے۔ اسے "Theory of Knowledge" بھی کہا جاتا ہے۔ بعض مصنفین Theory of Knowledge کی بجائے Epistemology کی اصطلاح کے استعمال کو ترجیح دیتے ہیں۔ "ایپسٹمولوجی فن کی فلسفیانہ اصطلاح ہے، جبکہ تھیوری آف نالج کا اطلاق ماہرین علم اور فکری مورخین کے تفتیش کاروں پر بھی ہو سکتا ہے۔"[1]

انگریزی لفظ "knowledge" کا اردو و عربی مترادف "علم" مراد لیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ "knowledge"، "علم" کے ہر ایک ممکنہ پہلو کا احاطہ نہیں کر پاتا۔ مغربی دنیا میں "knowledge" کا مطلب ہے کسی چیز کے بارے میں معلومات خواہ وہ الہیاتی ہوں یا وجودی، جبکہ "علم" ایک جامع اصطلاح ہے جو کہ نظریہ، عمل اور تعلیم کا احاطہ کرتی ہے۔ نقیب العطاس نے اس حوالے سے بہت دلچسپ مشاہدہ پیش کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ،

"All wisdom is knowledge but all knowledge is not wisdom"[2].

"تمام حکمت علم ہے لیکن تمام علم حکمت نہیں ہے۔"

بعض اوقات جسے ہم علم سمجھتے ہیں، حقیقت میں صرف انسان کی سوچ ہے۔ جتنا یہ غور و فکر حقائق کے ساتھ مستحکم ہو جاتا ہے، اتنا ہی یہ سچائی، حکمت کے قریب آتا ہے۔ لہٰذا دانش کو انسان کے غور و فکر کا آخری مرحلہ سمجھا جا سکتا ہے، جو کہ قرآن کے مطابق ہو سکتا ہے، یا تو، 'علم الیقین'[3]، یا 'عین الیقین'[4]، اور یا 'حق الیقین'[5]۔ لہذا حکمت اور علم کے درمیان فرق کو انسانی سوچ کی ترقی سمجھا جا سکتا ہے۔ انسانی فکر کا آغاز 'شک' (fantasy) ہے، اور اختتام 'یقین' (certainty) ہے۔ اس سفر کا آغاز 'تاویل' (interpretation) سے کیا جاتا ہے۔ تاہم، یہ ان لوگوں کو کرنا

چاہیے جو علم کے معاملات میں مضبوط بنیاد رکھتے ہیں۔ وہ، جو صاحبان ادراک سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں اس فلسفیانہ موضوع کے بارے میں ایک مختصر خیال حاصل کرنے کے لیے اسلام میں علم کے عناصر، بنیادی اصولوں اور علم انسانی کی حدود پر بحث کی جائے گی۔

اسلام میں علم کے عناصر:

اب ہم اسلام میں علم کے عناصر کے حوالے سے بحث کرتے ہیں۔ کوئی بھی شخص یہ سوال اٹھا سکتا ہے کہ، "کیا اسلام میں علم کے عناصر بنیادی طور پر علم کے دوسرے شعبوں سے مختلف ہیں؟" بہت سے علماء نے اس سوال کا جواب اپنے مخصوص خیالات کے مطابق دیا ہے۔ ہمارے پاس ابن رشد (Averroes) جیسے علماء سب سے نمایاں ہیں، اس کے بعد ابن سینا(Avicenna) اور الفارابی(Al-Farabi) بھی ہیں۔ ان دانشوروں نے صدق دلسے یقین کیا کہ سائنسی فکر اور قرآنی وحی بنیادی طور پر مترادف ہیں کیوں کہ ان کے خیال میں دونوں میں استدلال کے کئی ایک اسلوب مشترک ہیں جیسا کہ عقل۔ استدلال کا یہ تصور بذات خود ارسطو سے نکلا تھا اور ان علماء نے شدت کے ساتھ عقلی استدلال اور وحی دونوں میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ شاید سارٹن(Sarton) کے الفاظ میں بہتر انداز میں واضح کیا جا سکتا ہے:

> "The whole history of medieval thought, in almost every part of the world, is dominated by a continuous and desperate endeavor to reconcile the facts of rational experience with some system of knowledge (revelation) considered a priori as perfect and unimpeachable. [6]"

> "قرون وسطی کی پوری فکری تاریخ، دنیا کے تقریباً ہر حصے میں، عقلی تجربے کے حقائق کو ایک خاص نظام علم (وحی) کے ساتھ ملانے کی مسلسل اور مایوس کن کوشش ہے۔"

تاہم ہمارے بہت سے مسلمان اسکالر ہیں جنھوں نے جدید فکر کی اس تیز لہر کے خلاف آگے بڑھنے کا جرات مندانہ قدم اٹھایا تھا۔ اس سلسلے میں پہلا اور اہم ترین نام امام غزالیؒ کا ہے۔ غزالیؒ اپنے وقت کے ہم عصر علماء میں وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے حسی ادراک کے یقینی ذریعہ علم ہونے پر شک کیا اور اس لیے اپنے فلسفے کو ان اصولوں پر قائم کیا جو بدیہی طور پر مسلمہ تھے۔[7] انھوں نے اپنے آپ کو "تقلید محض" (بغیر ثبوت کے قبولیت) سے آزاد کیا۔ ان کے بقول

to attain to knowledge of the realities of things it is indispensable to ascertain what knowledge means[8]"

"چیزوں کی حقیقتوں کا علم حاصل کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ علم کا کیا مطلب ہے۔"

اس طرح انھوں نے سائنس، فلسفہ اور عقل کو مذہب اور الہیات سے کم تر مقام پر رکھنا شروع کیا، ایک ایسا نقطہ نظر جسے ان کے ہم عصر علمی حلقوں نے بخوشی قبول کیا۔ اس کے بعد وہ ایک ایسی علمی فضا بنانے میں کامیاب ہو گئے کہ قرون وسطی کے فلسفے نے تقریباً مکمل طور پر اپنے آپ کو غزالیؒ کی تجویز کے مطابق تبدیل کر دیا۔ تاہم ابن رشد پھر بھی اپنے عقیدے پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے غزالیؒ پر 'تہافت التہافت' کے عنوان سے ایک تنقید بھی لکھی ہے۔ زمانہ قریب میں علامہ محمد اقبالؒ، غزالیؒ کے تصور سے اتفاق کرتے تھے اور ابن رشد کے فلسفے کو رد کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں:

" Ghazali's main rival, Ibn e Rush who shielded Greek way of thinking against the radicals, was driven through Aristotle to what in particular is known as the teaching of interminability of dynamic insight, a principle which once used huge effect on the scholarly existence of France and Italy, however which to my psyche, is totally against the view that the Quran takes of the worth of predetermination of the human self-image. This Ibn Rushd neglected to focus on an incredible and reliable thought in Islam and unwillingly helped the development of what enervating way of thinking of life dark man's vision of himself, his God and his reality.[9]"

"غزالیؒ کے سب سے بڑے حریف، ابن رشد جنھوں نے اس (غزالیؒ کی) فکری بغاوت کے خلاف یونانی فلسفے کا دفاع کیا، ارسطو کے فلسفے جسے فعال عقل کی لازوالیت کا نظریہ کہا جاتا ہے، سے رہنمائی حاصل کی۔ ایک ایسا نظریہ جس نے ایک دور میں فرانس اور اٹلی کی فکری زندگی پر بہت زیادہ اثر ڈالا، لیکن جو میرے ذہن کے مطابق، اس نظریے کے مکمل طور پر مخالف ہے کہ قرآن انسانی انا کی تقدیر کی قدر کرتا ہے۔ ابن رشد نے اسلام کے ایک عظیم اور مفید تصور کو کھو دیا اور بلاوجہ زندگی کے فلسفے کو بڑھانے میں مدد کی جو انسان کے اپنے، اس کے خدا اور اس کی دنیا کے بارے میں ایک مبہم تصور پیدا کرتا ہے۔"

اسلامی نظریہ علم کے بنیادی اصول:

اللہ کی توحید:

یہ پہلا اور اہم اصول ہے۔ یہ اصول بتاتا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء کا خالق ومالک اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے۔ وہ یکتا ہے اور ہر

چیز کے خالق کے طور پر اس سے الگ اور مختلف ہے۔ لہٰذا یہ ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو اس کی مناسب پہچان، محبت و اطاعت دے۔ لہٰذا یہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے شعور میں مسلسل موجود رکھے۔ قرآن پاک میں ہے کہ سچے مسلمان وہ ہیں جو:الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىَ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[10]'جو کھڑے ہونے، اور بیٹھنے اور لیٹنے کی حالت میں (یعنی ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں) اے ہمارے ربّ! تو نے یہ سب بغیر فائدہ کے تخلیق نہیں فرمایا۔ تیری ذات پاک ہے۔ پس ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔'

اس لحاظ سے ضروری امر یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اختیار کو قبول کیا جائے۔ ایسے معاملات میں جہاں یہ اختیار تسلیم نہیں کیا جاتا، درج ذیل مسائل کے نتیجے میں انسان علم کو تلاش کرنے اور علم کو سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا:

ایمان کی کمی:

ایمان کی کمی سے انسانوں کی آنکھوں کے سامنے پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ قرآن کے پیغام کو سمجھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں :قُلِ انظُرُواْ مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لاَّ يُؤْمِنُونَ[11]'کہہ دیجئے، دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا ہے، مگر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کو یہ آیات اور ڈرانے والے کچھ کام نہیں آتے'۔

اندھی تقلید:

اس سے ان کی آنکھوں پر چمک آتی ہے اور وہ وہ راستہ دیکھنا شروع کر دیتے ہیں جو انہیں والدین اور صاحبان اقتدار نے دکھایا ہے۔وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا[12]'اور کہیں گے، اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کے کہنے پر چلے تو انھوں نے ہمیں رستے سے بھٹکایا'۔

توہمات:

جب انسان یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر شے کی تخلیق فرماتا ہے اور وہ اس کے احکامات پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں تو وہ بے بنیاد توہمات سے بچ جاتے ہیں۔وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا

يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا[13]'اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں وہ محض گمان کی اتباع کرتے ہیں۔اور بلاشبہ گمان یقین کی بجائے ذرا بھی کام نہیں آتا'۔قدرتی یا خالص سائنس بنیادی طور پر خدا کی تخلیق کا مطالعہ ہے۔ لہذا قرآن کے ساتھ سائنس کا تعلق بالکل واضح ہے۔بنیادی طور پر چار اہم زمرے ہیں۔پہلا فلسفہ سائنس اور نظریہ علم کے بارے میں ہے۔دوسرا زمرہ ہمیں سائنسی حقائق دریافت کرنے کے طریقہ کار میں سہولت فراہم کرتا ہے۔ تیسرا ہمیں ان قوانین سے آگاہ کرتا ہے جو سائنس کے مختلف شعبوں میں لاگو ہوتے ہیں،یعنی قدرتی یا خالص سائنس میں تخلیق کا عمل۔ جبکہ چوتھا ہمیں نصیحت کرتا ہے کہ وہ قوانین جو تجرباتی طریقہ کار کے ذریعے دریافت ہوئے ہیں، ایک مسلمان کو اللہ کے نائب کے طور پر انہیں لاگو کرنا چاہیے تاکہ ایک عادلانہ معاشرہ بنایا جاسکے۔ یہ اپلائیڈ سائنسز کا فیلڈ ہے۔ ہمیں ان سائنسی قوانین کا استعمال کرنا چاہیے جو اللہ (عزوجل) نے ایک ایسی تہذیب بنانے کے لیے استعمال کیے ہیں جہاں لوگ اللہ (عزوجل) کے احکامات پر عمل پیرا ہوں اور اس وجہ سے ایک عادلانہ اور پرامن معاشرے میں رہ سکیں۔ہم یہاں علت کے تصور پر بحث کرتے ہیں کیونکہ یہ مخلوق کے اتحاد کے تصور سے براہ راست جڑا ہوا ہے۔ مختصر طور پر، یہ تصور کہتا ہے کہ ہر چیز کی ایک علت ہوتی ہے۔اس اصول سے منسلک دو بنیادی اصول ہیں: عزم کا اصول: ہر علت کا اثر ہوتا ہے اور بغیر کسی علت کے اس کا اثر ہونا ناممکن ہے۔ فطرت کی یکسانیت کا اصول: یکساں علتیں یکساں اثرات پیدا کرتی ہیں۔ایک مفروضہ ہے جو بہت طویل عرصے سے قائم ہے۔ بہت سے سائنسدانوں کے مطابق کچھ قوانین ہیں جو ہماری جسمانی کائنات پر حکومت کر رہے ہیں۔علت کا اصول کسی بھی قانون کے اطلاق کو معنی دیتا ہے جو قدرتی رجحان کی وضاحت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔قرآن میں اس بارے میں بہت سی مثالیں ہیں: اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا[14]'یعنی انھوں نے ملک میں غرور کرنا اور بری چال چلنا اختیار کیا اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔یہ پہلے لوگوں کی روش کے سوا کسی چیز کے انتظار میں نہیں۔ تو تم اللہ کے دستور کو ہر گز بدلتا نہ پاؤ گے اور ہر گز اللہ کے طریقے میں کبھی تغیر نہ پاؤ گے'۔

ایک اور آیت جو علت کے تصور کے مطابق ہے وہ یہ ہے: فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ[15]'تو تم اپنا منہ سیدھا کرو، اللہ کی اطاعت کے لیے ایک اکیلے اسی کے ہو کر۔اللہ کی فطرت کو اختیار کیے رہو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا

ہے۔ فطرت میں تغیر و تبدیلی نہیں ہوتی یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'۔ البتہ کچھ اشعری علماء جیسے امام غزالیؒ اور الرازی کا خیال ہے کہ اس تصور پر قائم رہا جائے تو اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ علت کا محتاج ہے۔ دوسرے علماء بھی ہیں جنھوں نے فاروقی کی طرح علت کے اس تصور کو قبول کیا ہے۔ وہ مشاہدہ کرتا ہے کہ:

"The causal and finalistic interconnections of the objects of creation are the substance of the compliance, which would be vain and trivial without them. Assuming that man couldn't rely on causes to achieve their belongings or the means not to be useful for the closures, he would rapidly lose interest in creation and surrender any endeavor to change it into the obvious designs uncovered by Allah (SWT).[16]"

" تخلیق شدہ اشیاء کی علت اور معلول کا باہمی ربط ماتحت مادہ ہے، جو ان کے بغیر بیکار اور بے معنی ہو گا۔ اگر انسان وجوہات پر انحصار نہیں کر سکتا کہ وہ ان کے اثرات کو جانچ سکے یا ان ذرائع کو جو کہ ان کے اختتام کے لیے مفید نہ ہوں ، تو وہ جلد ہی تخلیق میں دلچسپی کھو دے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نمونوں کے مطابق تبدیل کرنے کی کوئی کوشش ترک کر دے گا۔"

دونوں نظریات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے، فاروقی کا تصور زیادہ قابل عمل ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کارسازی کا تصور خود اللہ سبحانہ تعالیٰ کی تخلیق سمجھا جا سکتا ہے۔ اللہ کی ہر تخلیق کے پیچھے ایک علت ہے۔ یہاں ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے محرک کے طور پر کام کرنے کے لیے یہ کارگر عنصر پیدا کیا ہے تاکہ وہ ذرائع کے حصول کے لیے کام کر سکے۔

گلشنی[17] نے اس تصور کو بہت اچھی طرح بیان کیا ہے:

"… what is usually called a reason is inferring a middle person or getting ready reason, rather than the proficient goal" The job of mediator implies I to set up the ground for the production of everything, except He makes everything through distinct go-between and planning causes, and these are themselves made by Allah (SWT).[18]"

"... جسے عام طور پر ایک علت کہا جاتا ہے وہ مؤثر وجہ کے بجائے ایک درمیانی یا ابتدائی وجہ ہے نہ کہ پر تاثیر وجہ۔" درمیانے کردار کا مطلب ہے کہ میں ہر چیز کی تخلیق کے لیے زمین تیار کرتا ہوں ، لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خاص مراحل اور اسباب کی تیاری کے ذریعے تخلیق کرتا ہے، اور یہ خود اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں"۔

وحدت فکر:

ہم نے اوپر مشاہدہ کیا ہے کہ جب سائنس اور قرآن کا ماخذ ایک ہے تو وہ منطقی طور پر ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہو سکتے۔ وحی اور عقل کے لیے بھی یہی سچ ہے۔ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور عقل، جیسا کہ عقل، اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے محرک کا کام کرنے کے لیے پیدا کی ہے۔ غزالیؒ نے بھی اسی بات کی تفہیم کی تھی جب انھوں نے 'علم کی تقسیم' کی بات کی تھی۔ ان کے مطابق، علم کی درجہ بندی میں، شرعی (جو بالآخر وحی پر منحصر ہے) اور عقلی (جو کہ علت پر منحصر ہے)، درحقیقت اپنے آپ میں الگ نہیں ہیں۔ ان کے الفاظ میں، "...سب سے زیادہ شرعی علم اس کے لیے عقلی ہے جو اسے جانتا ہے اور زیادہ تر عقلی علم اس کے لیے شرعی ہے جو اسے سمجھتا ہے[19]۔ یہ بالکل واضح ہے کہ وحی اور عقل موروثی خصوصیات کا اشتراک کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ یہ دونوں بالکل ایک جیسے ہیں۔ اس لیے کہ عقل صرف ظاہر پر مبنی ہے (جو دیکھا جا سکتا ہے)۔ تاہم قرآن ان آیات سے بھرا ہوا ہے جو بہت سے جسمانی مظاہر کے بارے میں بتاتی ہیں جنھیں انسان دیکھنے سے قاصر ہے: فَلَآ أُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُونَ۔ وَمَا لَا تُبۡصِرُونَ[20] 'سو مجھے ان چیزوں کی قسم جنھیں تم دیکھتے ہو۔ اور ان کی جنھیں تم نہیں دیکھتے'۔ یہیں سے عقل کی خرابیاں شروع ہوتی ہیں۔ یہ دیکھنے سے قاصر ہے اور اس وجہ سے بہت سے جسمانی مظاہر کا اندازہ لگاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں، اس کی اپنی عقل نامکمل تجرباتی اعداد و شمار پر مبنی ہے۔ اس طرح جو نتائج وہ خود لیتی ہے ان کے درست ہونے کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اس طرح، فاروقی نے صحیح طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا:

"Reason will be well balanced only when it submits to the guidance of revelation as to the ultimate aim of existence.[21]"

عقلی استدلال اس وقت متوازن ہوگا جب عقل خود کو وجود کے حتمی مقصد کے طور پر وحی کی رہنمائی حوالے کرے۔ مختصر یہ کہ ہم انسانی ذہن کی حد کو تسلیم کرتے ہیں۔ لہذا ہم انسانی ذہن کے تخلیقی نظام پر کلی انحصار نہیں کرتے۔

وحدت انسانی:

حضرت آدمؑ کی تخلیق اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمائی اور ان کو اشیاء کے نام سکھائے۔ اس کے بعد سب فرشتوں کو حکم فرمایا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں۔ جب وہ ان چیزوں کا نام نہیں بتا سکے جو اس نے آدمؑ کو سکھائی تھیں۔ یہاں قادر نے ایک دلچسپ نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ فرشتوں کو آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کیونکہ عظمت عقلِ آدم کی تھی نہ

کہ ان کے تقویٰ کی۔ ظاہر ہے کہ تقویٰ کے لحاظ سے فرشتے معصوم عن الخطا ہونے کی وجہ سے عالی مقام ہیں۔ تاہم، اللہ تعالیٰ نے اب بھی ان کو حکم دیا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں اس کے علم کی برتری کی وجہ سے [22]۔ اس سے نہ صرف علم کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے بلکہ بڑی ذمہ داری بھی۔ انسان کو اس دنیا میں اللہ کے نائب کے طور پر رکھا گیا ہے۔ لہذا اس کا فرض بنتا ہے کہ اس علم کو جسمانی اور روحانی دونوں طرح سے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرے۔ مسلمان نیابت الٰہی کا فریضہ سر انجام نہیں دے سکتے، یا دنیا میں مستقل ترقی کے مقاصد کے حصول کے لیے کافی ضمانتیں اور مدد حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ دنیا کے قوانین، فطرت اور کائناتی نظام کو دریافت کرنے کے لیے سائنسی تحقیقی طریقے اور طریقے استعمال نہ کریں۔ "انسان کے بارے میں اسلام کا نظریہ۔ اللہ نے اسے دو مقاصد کے حصول کے لیے مقرر کیا ہے۔ سب سے پہلے، انسانوں کو تخلیق وایجادات کو الٰہی نمونوں میں تبدیل کرنا چاہیے، یعنی ان کے مواد کو دوبارہ ترتیب دینا چاہیے تاکہ وہ انسانی ضروریات کو پوری طرح اور فائدہ مند طریقے سے پورا کر سکیں، جو کہ مواد (خوراک، پناہ گاہ، آرام، پیدائش) کے ساتھ ساتھ اخلاقی دانشورانہ اور جمالیاتی ہیں۔ دوسرا، تخلیق کو تبدیل کرنے کے عمل میں، انسانوں کی شمولیت کے لیے اخلاقی اقدار کی پاسداری کا لحاظ نہایت ضروری ہے۔ اخلاقی طریقے سے تبدیلی کے عمل میں انسانوں کا شامل کرنا، یعنی اس طریقے سے جو اللہ تعالیٰ کے لیے عقیدت اور بنی نوع انسان کے لیے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے"[23]۔

انسانی علم کی حدود:

اگرچہ علم حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے بنیادی اقدامات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے، لیکن انسان کچھ علم کو سمجھنے سے قاصر ہیں جو نہ دیکھے جا سکتے ہیں اور نہ ہمارے محدود حواس سے سمجھے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے: سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ [24] 'پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنھیں زمین اگاتی ہے، اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی ان کو خبر نہیں'۔ انسانی علم کی حد اور غیب پر ایمان ہمارے لیے ایک ترغیب ہے کہ ہم اپنے ذہن کو حسی مرحلے پر نہ روکیں اور کبھی یہ نہ سوچیں کہ ہم نے سب کچھ دریافت کر لیا ہے [25]۔ ایک مسلمان کے لیے علم کی جستجو لامتناہی ہے اور اسے مخلص ہونا چاہیے۔ اسے علم حاصل کرنے یا قرآن پاک کی تفہیم سے نہیں رکنا چاہیے۔

خلاصہ بحث:

علم ایک جامع اصطلاح ہے جو کہ نظریہ، عمل اور تعلیم کا احاطہ کرتی ہے۔ علم کی ابتدا انسان کی سوچ سے ہوتی ہے۔ غور و فکر سے حقائق کے ساتھ مستحکم ہو کر حکمت کے قریب آتا ہے۔ لہذا دانش غور و فکر کا آخری مرحلہ ہے۔۔ لہذا حکمت اور علم کے درمیان فرق کو انسانی سوچ کی ترقی سمجھا جا سکتا ہے۔ علم شک سے یقین کا سفر ہے جس کا ذریعہ تاویل ہے۔ ابن رشد، ابن سینا اور الفارابی نے سائنسی فکر اور قرآنی وحی کو استدلال کے مشترک اسلوب عقل کی بنیاد پر مترادف قرار دیا۔ غزالیؒ نے ان کی مخالفت کی اور سائنس، فلسفہ اور عقل کو مذہب اور الہیات سے کم تر مقام پر رکھا۔ علامہ محمد اقبالؒ نے غزالیؒ کے تصور سے اتفاق کیا ہے۔ توحید الٰہی اسلامی نظریہ علم کا پہلا اصول ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کو اپنے شعور میں مسلسل موجود رکھے۔ سائنس بنیادی طور پر خدا کی تخلیق کا مطالعہ ہے۔ بعض علما کائنات میں علت کے اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے علت کی احتیاج لازم نہیں آتی۔ اللہ کی ہر تخلیق کے پیچھے ایک علت ہے۔ لہذٰا علت خود مخلوق ہے۔ وحی اور عقل موروثی خصوصیات کا اشتراک کرتے ہیں، تاہم دونوں ایک جیسے نہیں۔ اس لیے کہ عقل صرف ظاہر پر مبنی ہے۔ انسانی علم کی حد اور غیب پر ایمان ہمارے لیے ایک ترغیب ہے کہ ہم اپنے ذہن کو حسی مرحلے پر نہ روکیں اور علم کی لامتناہی جستجو جاری رکھیں۔

حواشی و حوالہ جات

[1]Cooper, D. E. (2004). *Epistemology: The classic readings*. Oxford: Blackwell Publ. p. 12

[2]Naqīb-al-‘Attās, M. (1999). *The concept of education in Islam a framework for an Islamic philosophy of education*. Kuala Lumpur: International Institute of Islamic Thought and Civilization. p. 53

[3]المائدۃ 120:5

[4]الاعراف 120:7

[5]الحاقۃ 51:69

[6]Sarton, G. (1975). *Introduction to the history of science*. Huntington, NY: R.E. Krieger Pub.

[7]Watt, W. M. (1953). *The Faith and practice of Al-Ghazāli, by W. Montgomery Watt..*. London: G. Allen and Unwin. p. 12

[8]Gardner, W. R. (1919). *Al-Ghazali*. Madras: Christian Literature Society for India. p.33

[9]Iqbal, M. (2017). *The reconstruction of religious thought in Islam*. Lahore: Sang-e-Meel Publication. p. 87

[10]آلِ عمران 191:3

[11]یونس 101:10

[12]الاحزاب 67:33

[13]النّجم 28:53

[14]فاطر 43:35

[15]الرّوم 30:30

[16]AlFaruqi, I. R. (1989). *Islamization of knowledge: General principles and work plan*. Herndon, VA: International Institute Of Islamic thought. p. 39

[17]مہدی گلشنی (پیدائش 1939 اصفہان، ایران)، ایک ہم عصر ایرانی نظریاتی طبیعیات دان، عالم، فلسفی اور شریف یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی میں ممتاز پروفیسر ہیں۔ وہ ایرانی سائنس اینڈ کلچر ہال آف فیم، ثقافتی انقلاب کی سپریم کونسل، ایران کی اکیڈمی آف سائنسز کے سینئر فیلو اور نظریاتی طبیعیات اور ریاضی میں انسٹی ٹیوٹ فار اسٹڈیز کے بانی فیلو بھی ہیں۔ وہ مذہب اور سائنس کے باہمی تعلق کے حوالے سے اپنی تحریروں کی وجہ سے معروف ہیں۔

[18]Golshani, M. (1984). *Philosophy of science from the Quranic perspective*. Washington D.C: IIIT. p. 73

[19]Ghazzālī, & Smith, M. (2010). *The message from on high: Being a translation of Al-Risalah al-Laduniyyah*. Kuala Lumpur: Islamic Book Trust. p. 32

[20]الحاقۃ 39-38:69

[21]AlFaruqi, I. R. (1989). *Islamization of knowledge: General principles and work plan*. Herndon, VA: International Institute Of Islamic thought. p. 52

[22]Qadir, C. A. (2015). *Philosophy and science in the Islamic world*. London: Routledge. p. 6

[23]AlFaruqi, I. R. (1989). *Islamization of knowledge: General principles and work plan*. Herndon, VA: International Institute Of Islamic thought. p. 44

[24]یٰس 36:36

[25]Golshani, M. (1984). *Philosophy of science from the Quranic perspective*. Washington D.C: IIIT. p. 84